TADDBUR SESSION 6TH

(اللہ کی محبت اس کے ناموں کے ذریعے سے)

یہ اس موضوع کی دوسری کلاس ہے، آغاز کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا پہلا نام کون سا ہے؟

الرحمٰن:

بڑا مہربان، ہر رحم کرنے والا مہربان ہوتا ہے اور سب سے زیادہ مہربان اس کائنات کا مالک اللہ ہے، جس کی رحمت اپنی ہر مخلوق پر بہت زیادہ ہے، اس کے مفہوم کو ہم اپنی زبان میں اس طرح کر سکتے ہیں کہ رحمٰن وہ ذات ہے جس کی رحمت ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح ہے۔

الرحمٰن سب سے پہلے قرآن کی کس صورت میں آتا ہے؟

سورۃ الفاتحۃ

الفاتحۃ کی کون سی آیت میں آتا ہے؟

دوسری

رحمٰن اور رحیم دونوں رحم سے نکلے ہیں، اور رحم نکلا ہے رحمت سے۔

اب اللہ تعالیٰ کے ناموں کو دو categries میں ڈیوائیڈ کرتے ہیں عربی گرامر کے لحاظ سے، پہلے عربی گرامر دیکھ لیں پھر آگے بڑھیں گے انشاء اللہ

عربی گرامر میں ایک سبجیکٹ ہوتا ہے بلاغۃ، بلاغہ کہتے ہیں مبالغے کو، کبھی آپ کی دوست آپ کی حد سے زیادہ تعریف کرے، مکھن لگائے تو آگے سے آپ کیا کہتے ہیں؟ زیادہ مبالغہ آرائی مت کرو مدعے پر آؤ۔

یعنی کسی چیز میں شدت پائی جائے اسے آپ مبالغہ کہ سکتے ہیں۔

اب مبالغے کے اندر اس کی کئی اقسام ہیں ہم یہاں صرف دو پڑھیں گے۔

ایک مبالغہ کی قسم ہے فعلان

فعلان میں جو الفاظ آتے ہیں وہ رحمٰن جیسے ہوتے ہیں، مثال کے طور پر جوعان شدید بھوکا، غصبان شدید غصے والا، عطشان شدید پیاسا۔

ان الفاظوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے اندر جو شدت پائی جاتی ہے وہ عارضی طور پر ہوتی ہے، بھوک کو کھانے سے مٹایا جا سکتا ہے، پیاس کو پانی سے، غصے کو قابو میں کر کے، روک کے۔

دوسری کوالٹی یہ ہے کہ یہ ابھی ابھی ہور ہا ہوتا ہے، بھوک لگ رہی ہے تو ابھی لگ رہی ہے، پیاس لگ رہی ہے تو ابھی، اسی طرح اللہ الرحمٰن ہے تو ابھی اس وقت وہ آپ پر مہربان ہے، بعد میں آپ کے کسی گناہ کی وجہ سے اس کی رحمت دور ہوسکتی ہے اس میں کوئی شک نہیں

لیکن جو الرحیم کی صفت ہے وہ دائمی ہوتی ہے۔ اگر اللہ الرحیم ہے تو ہمیشہ کے لئے ہے، اگر اللہ العزیز یعنی عزتوں والا ہے تو ہمیشہ کے لئے ہے۔

ان دو کیٹگریز کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالی کے نام دیکھئے۔

قرآن میں الرحمٰن الرحیم کافی مقامات پر ایک ساتھ استعمال ہوئے۔

سورۃ الفاتحہ سے مثال سمجھتے ہیں

اگر اللہ تعالی صرف الرحمٰن کہیں یعنی فعلان کے وزن کا لفظ استعمال کرتے تو یہاں بات عارضی ہوتی، بات ہمیشہ کے لئے نہ ہوتی، اور اگر صرف الرحیم کہا ہوتا تو شدت نہ ہوتی، فوری طور پر نہ ہوتی اسی وقت اس رحمت کا مظاہرہ نہ ہو رہا ہوتا۔ اسی لئے اللہ تعالی نے دونوں الفاظ استعمال کئے کہ رحمت میری صفت ہے یعنی یہ چیز میرے اندر موجود ہے اور اس وقت بھی میں تم پر مہربان ہوں ان لیس کے تم کوئی ایسی بڑی نافرمانی کردو جس کے بعد میری رحمت تم سے دور ہو جائے، اس کے باوجود اللہ تعالی فرماتے ہیں:

قل یعبادی الذین اسرفوا لا تقنطو من رحمۃ اللہ، ان اللہ یغفر لذنوب میعاً، انہ ھو الغفور الرحیم۔

کہہ دیجیے، اے میرے بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ بخشنے والا ہے، بے شک وہی بخشنے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اب اس آیت میں رحمت کے لئے لفظ رحمٰن نہیں الرحیم استعمال ہوا وجہ ہمیشگی ہے، اس ترجمے میں ہمیشہ کی مغفرت کی بات کی جا رہی ہے، یعنی اللہ ہمیشہ تمہارے گناہ معاف کرنے کو تیار رہتا ہے۔ اصل حاصل یہ ہے کہ جب کبھی تم پر سے عارضی طور پر رحمت دور ہو جائے تو ہمیشہ کی مغفرت کی طرف آجاؤ۔

کتنی خوبصورت بات ہے ناں یہ؟

اب دوسرا کانسیپٹ سمجھتے ہیں۔

،شروع شروع میں ہم ان ناموں کی تفسیر اور قرآن کی آیتوں کی تفاسیر پڑھتے ہیں، بڑا الرحمٰن، الرحیم، الغفور، الودود سنتے رہتے ہیں، آہستہ آہستہ جب انسان دیکھتا ہے کہ اللہ تو بڑا نرم اور رحیم ہیں تو وہ حدود کے دائروں سے اپنی ایک ٹانگ باہر نکالتا ہے یعنی ایک گناہ کیا، پھر آنکھ بچا کے دوسری بھی باہر نکال لیتا ہے، کچھ نہیں ہوا۔ کوئی عذاب نہیں آیا۔

اسے slowly gradually لگنے لگتا ہے کہ اللہ کی تو بس یہی صفات ہیں، رحم مہربانی محبت پھر وہ غافل ہوتا جاتا ہے، ڈر نکلتا جاتا ہے، ہمارے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے ناں؟ پھر ہمیں خوف آنا بند ہو جاتا ہے اور ہمارے ذہن کیا بن جاتے ہیں؟ کہ اللہ تو معاف کرنے والا ہے خیر ہے کرلو، شادی ہے تو پردہ چھوڑ دو، ایک دن کی بات ہے خیر ہے۔ گانے سن لو کون سا روز سنتی ہو؟

یوں ہم سب صرف آپ نہیں بلکہ مجھ سمیت تمام انسان اپنے ضمیر کو سلاتے جاتے ہیں اور پھر یک دم آواز آتی ہے:

یآیھا الانسان ما غرق بربک الکریم؟

اے انسان وہ اللہ جو تجھ پر اتنا کرم کرتا ہے تو کیا اس کے کرم نے تجھے دھوکہ تو نہیں دے دیا؟

یہ آیت بہت الارمنگ ہے کہ اللہ تعالی قرآن میں ہی ہم سے سوال پوچھ رہے ہیں کہ میری اتنی نوازشیں، رحمتیں تجھے کہیں دھوکے میں تو نہیں ڈال گئیں؟ گناہوں میں تم اسلئے تو نہیں پڑ گئے کہ تمہیں لگتا ہے میں صرف رحیم اور کریم ہوں؟

پھر

اللہ تعالی فرماتے ہیں

تلک حدود اللہ، اللکفرین عذاب الیم، اسی صورت کی آیت میں اللہ تعالی مزید فرماتے ہیں ان اللہ قوی العزیز یعنی یہ حدود ہیں جنہیں تم کراس کر رہے ہو تو جان لو، نافرمانوں کے لئے دردناک عذاب ہے، اور جہاں اللہ رحیم اور رحمٰن ہے وہیں قوت والا زبردست ہے یعنی عذاب دینے میں سخت بھی ہے۔

العزیز الرحیم کے وزن پر آ گیا یعنی ہمیشگی۔ اگر رحمت ہمیشہ ہے تو پھر وہ دائمی عذاب بھی دے سکتا ہے۔

یاد رہے کہ کافر ہمیشہ کافروں کے لئے نہیں استعمال ہوتا، کفر نکلا ہے ناشکری سے اور ہر ناشکرا کافر کہلاتا ہے اور کافر کا دوسرا مطلب ہے نافرمان۔

اب ہم اللہ تعالی کے نام الرحمٰن کے بارے میں سورہ الرحمٰن میں ایک ترتیب پر غور کرتے ہیں،

میں آپ کو ایک نام پر غور کرنا سکھاؤں گی، آپ لوگوں نے مجھے اگلے نام الرحیم پر غور کر کے لکھ کر دکھانا ہے ایک تدبر۔ الرحیم جگہ جگہ آیا ہے، آگے اور پیچھے کی آیتوں کے معنوں کو سامنے رکھ کے، اس سورت کا context یعنی موضوع کو سامنے رکھ کے آپ بہت اچھا غور و فکر کر سکتے ہیں بالکل اس طرح جیسے میں کر کے بتاتی ہوں:

اللہ تعالی کے ناموں میں سب سے زیادہ چوٹی کا نام یعنی بلند نام رحمٰن ہے اسی طرح سے اللہ تعالی نے انسان کو جو علم سکھایا ہے اس میں بلند ترین علم قرآن ہے،

سورہ الرحمن کی ابتدائی آیات پڑھئیے، الرحمن، علم القرآن :خلق الانسان ، علمه البيان

علم القرآن: رحمٰن نے قرآن کا علم سکھایا۔

اکتسابی علم یعنی aquired knowledge، وہ علم جو ہم خود حاصل کرتے ہیں اس علم میں اللہ کی مرضی کے مطابق انسان آہستہ آہستہ ترقی کے منازل طے کرر ہا ہے، جیسے سائنسی علوم میں رفتہ رفتہ ترقی کرنا۔

لیکن اللہ تعالی کی طرف سے انسان کو جو الہامی علم یعنی revealed knowledge عطا کی گئی ہے اس میں بلند ترین علم قرآن ہے۔ جو ہر قسم کے علوم کا نقطہ عروج ہے۔ اسی کو تھام کر دنیا میں بھی عروج حاصل کیا گیا ہے اور اللہ کے یہاں بھی بلند درجات انسان نے اسی علم کے ذریعے حاصل کئے ہیں۔

خلق الانسان :

اسی نے بنایا انسان کو،

اب یہ لائن سے تیسری آیت ہے جس میں اللہ تعالی اب اپنی سب سے بلند تخلیق، کا ذکر کر رہے ہیں جو انسان ہے، انسان کی تخلیق میں اللہ تعالی نے عالم امر اور عالم خلق دونوں کو جمع کر دیا،

عالم امر اور عالم خلق کیا ہے؟ اس کی تفسیر ہمیں معلوم ہوتی ہے سورۃ النحل کی آیت ۴۰ سے: اسے دیکھ لیتے ہیں یہ بڑا زبردست پوائنٹ ہے۔

ہم سب نے یہ آیت کئی بار سنی ہے کہ

انما قولنا لشئی اذا اردنه ان نقول له کن فیکون

ہمارا قول تو کسی چیز کے بارے میں بس یوں ہوتا ہے جب ہم اس کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم فرما دیتے ہیں ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے:

اللہ تعالیٰ کے حکم دو طرح کے ہیں دو طرح کی مخلوق کے لئے ہیں، ایک عالم امر ایک عالم خلق، ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

اللہ تعالی سورۃ الاعراف میں فرماتے ہیں

الا له الخلق و الامر

آگاہ ہو جاؤ، اسی کے لئے خلق ہے اسی کے لئے امر، یعنی یہ دو علیحدہ چیزیں ہیں، عالم امر یعنی فرشتوں کی دنیا، روح کی دنیا، اور وحی کی دنیا ، یہاں کسی بھی کام کو کرنے کے لئے وقت درکار نہیں ہوتا، یعنی time صرف ہمارے earth and space میں چل رہا ہے، مگر عالم امر میں وقت کچھ نہیں ہے، وہ جب چاہے ایک اور فرشتہ پیدا کردے اور اسے مطلوبہ کام میں لگا دے، جب چاہے وہ کسی فرشتے کو زمین سے آسمان کی طرف اٹھا لے، اسی طرح وحی ہے، جب چاہے اپنے نبی پر نازل کردے، specific time or date ضروری نہیں ہے، ہمیں

عالم امر کی صرف تین چیزوں کا علم ہے، ملائکہ، روح اور وحی، عالم امر کتنی گہری ہے اس میں کس کس طرح کی مخلوق ہے، کیا کیا کام ہو رہا ہے اس کا ہمیں علم نہیں، اسی لئے روز قیامت میں بھی ''ٹائم'' دنیا کے حساب سے نہیں چلے گا۔ نہ ہی جنت اور جہنم میں ''وقت'' جیسی کوئی چیز ہے۔ گھڑی اور وقت عالم خلق کی چیزیں ہیں۔

اس کے برعکس عالم خلق یعنی ہماری دنیا میں ہر چیز کو وقت درکار ہے، جیسے ایک پودہ اگا پھر وہ بڑا ہوا پھر اس سے پھل نکلے پھر لوگوں تک پہنچے، ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ نے یہاں بیج ڈالا اور آپ پلٹے اور دیکھا تو ایک تناور درخت پھل سمیت کھڑا ہے، عالم خلق میں ہر چیز کا ایک time taking procedure ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں نے آسمان وزمین کو چھ دن میں بنایا، کیوں کہ جب کائنات بننا شروع ہوئی تو اسی وقت time وجود میں آ گیا تھا، اور ہر چیز اسی وقت کی رفتار سے ہو رہی تھی جو اس کے لئے سیٹ کی گئی تھی،

عالم امر میں کسی چیز کے ظہور پذیر ہونے کے لئے اسباب وسائل اور وقت درکار نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالی کن فرماتے ہیں اور ہو جاتا ہے، عالم خلق میں بھی کل اختیار اللہ کا ہی ہے مگر اس عالم کو چند اصولوں کے مطابق چلایا جاتا ہے، تو پہلے یہ سب کچھ عالم امر تھا، انسان کو پیدا کر کے ایک نیا عالم بنایا جسے عالم خلق کہا گیا۔

اس سب تفسیر سے آپ کو یہ سمجھ آ گیا ہو گا کہ انسان اللہ تعالی کی سب سے بلند تخلیق ہے،

اب ہم نے تین چیزیں پڑھیں، ایک سب سے بلند صفت، سب سے بلند علم، اور سب سے بلند تخلیق

اب سورۃ الرحمٰن کی چوتھی آیت بہت حیران کن ہے، اور وہ ہے سب سے بلند صلاحیت:

علمه البيان: اور ہم نے انسان کو بیان سکھایا

یعنی اسے بولنا سکھایا، اسے گویائی کی صلاحیت بخشی،

انسان کی abilities میں سب سے بلند اس کا بولنا ہے، آج میڈیکل سائنس کی تحقیق سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ انسان کی قوت گویائی کا تعلق اس کے دماغ کی خصوصی بناوٹ سے ہے،

سائنس کی زبان میں انسان حیوان ناطق یعنی بولنے والا حیوان ہے، دماغ تو انسان سمیت جانوروں کے پاس بھی ہے، لیکن ہر جانور کے دماغ کی بناوٹ اور صلاحیت مختلف ہے، اس لحاظ سے انسان کا دماغ تمام حیوانات کے دماغوں میں سب سے اعلی ہے، اور اس میں ایسی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں جو کسی جانور میں نہیں

ہمارے دماغ کے ایک حصے میں دوسرے کی بات سمجھنے کی صلاحیت ہے اور دوسرے حصے میں دوسروں تک بات پہنچانے کی صلاحیت ہے، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ فلاں انسان کی understanding power بہت اچھی ہے یا فلاں انسان کی speach or speack power قائل کرنے کی پاور بہت اچھی ہے،

اس تمہید کے بعد اب ان چار آیتوں کو دوبارہ پڑھئے:

الرحمن، علم القرآن، خلق الانسان، علم البیان

الرحمٰن جملہ نہیں ہے بلکہ مبتداء ہے،ایک جملے کے دو حصے ہوتے ہیں،مبتدا،خبر۔

مبتدا کہتے ہیں جس کے بارے میں بات ہورہی ہو،خبر کہتے ہیں جو بات ہورہی ہے یعنی جو نیوز ہو۔

جیسے علی پیاسا ہے۔علی مبتدا ہے اور پیاسا خبر ہے۔

جیسے یہاں رحمٰن مبتداء ہے اور اگلی آیت اس جملے کو پورا کرتی ہے،علم القرآن یعنی رحمٰن نے قرآن سکھایا: قرآن سکھانا خبر ہے۔

اس کے بعد تیسری آیت ایک complete senetence ہے،خلق الانسان،اس نے انسان کو پیدا کیا، پھر چوتھی آیت بھی مکمل جملہ ہے،علم البیان،اس نے انسان کو بولنا سکھایا،اب ان آیات پر اس پہلو سے غور کیجئے کہ یہاں اللہ تعالی نے اپنے سب سے اعلی نام کے حوالے سے سب سے اعلی علم قرآن کا ذکر کیا، پھر اپنی سب سے اعلی مخوق کے ساتھ اس کی سب سے اعلی صلاحیت کا ذکر کیا،اس کے method پر غور کیا جائے تو یہ کسی ریاضی کے سوال کی طرح جواب مانگتے نظر آتے ہیں، جیسے ریاضی میں تین values کی مدد سے چوتھی find کی جاتی ہے اسی طرح ان تینوں جملوں پر غور کرنے سے انسان اس کے اصل مدعے تک پہنچتا ہے،

رحمٰن نے انسان کو قرآن سکھایا اور اسے بیان کی صلاحیت دی کس لئے؟

جواب بالکل واضح ہے،قرآن کے بیان کے لئے!

اللہ تعالی نے اپنی اعلی ترین مخلوق کو بیان کی انمول صلاحیت اس لئے بالکل نہیں دی کے وہ اسے لغو اور فضول باتوں میں ضائع کرتا پھرے یا دلائل کے انبار لگائے،فضول میں بحث کرے، یا وکیل اور مقرر بن کر اسے صرف حصول شہرت کا ذریعہ بنائے۔

جیسے کہا جاتا ہے کہ توپ اس لئے تو نہیں بنائی کے اس سے مکھیاں ماری جائیں۔

چنانچہ انسان کی سب سے بہترین صلاحیت کا سب سے بہترین مصرف ہوگا کہ وہ اسے بہترین علم سیکھنے سکھانے کا ذریعہ بنائے۔یعنی اپنی قوت کو قرآن کی تعلیم اور اشاعت کے لئے وقف کردے،ان آیات کے اس مفہوم کو حضور ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں بہتر انداز میں سمجھا جاسکتا ہے،

خیر کم من تعلم القرآن وعلمه

یہاں خیر کم کا صیغہ superlative degree کے طور پر آیا ہے،یعنی مبالغہ کہ سکتے ہیں،بہترین میں بھی سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے،اور اس سے پچھلی سورت میں یہ آیت بار بار دہرائی گئی ہے **ولقد یسرنا القرآن لذکر**

اور تحقیق ہم نے قرآن کو آسان کر دیا پڑھنے کے لئے۔۔

تو کیا اب آپ لوگ اللہ کی پیاری صفات میں غور کریں گے؟

اس پورے تدبر سیشن کو سکھانے کا مقصد یہ ہے کہ ایک لفظ کے اپنے ذاتی معنی ہوتے ہیں جیسے الرحمٰن کے ہم نے پہلے پڑھے۔ پھر آتا ہے کہ اسے جہاں جہاں استعمال کیا ہے اس کے استعمال کرنے سے اب اس آیت پر کیا فرق پڑھا؟ اس سے کیا گہرائی پیدا ہوئی؟ اسے خصوصی طور پر وہاں کیوں استعمال کیا گیا؟ یہ وہ سوال ہیں جو قرآن کھول کر آپ لوگ خود سے کیا کریں۔

7THCLASS

آج کی کلاس ''اللہ کی محبت'' ٹاپک کی آخری کلاس ہے، یہ کل تین پارٹس پر مشتمل تھا، پچھلے حصے میں ہم نے اللہ کی محبت ''الرحمٰن'' سے دیکھی تھی، آج ہم اس کی نشانیوں سے دیکھیں گے۔

اس کی نشانیوں میں جن چیزوں کو ہم سٹڈی کریں گے وہ ہیں

۱۔ زمین

۲۔ ہریالی اور چشمے

۳۔ پھل اور غلاف